غزل

جناب شارق ایم اے

اُنھیں کو راس شارق غم کے ویرانے نہیں آئے
وفا کی راہ میں جو ٹھوکریں کھانے نہیں آئے

رہِ مہر و وفا کا ذرہ ذرہ جیسے کہتا ہو
نہ جانے کب سے اس منزل میں دیوانے نہیں آئے

رہی محرومیٔ ذوقِ یقیں تک کفر سامانی
پھر اس کے بعد رستے میں صنم خانے نہیں آئے

کہیں دار و رسن کی داستاں پھر تازہ ہو جائے
بہت مدت سے لب پر حق کے افسانے نہیں آئے

محبت کا فسانہ سننے والو، اتنا کہتے ہیں
کہ ہم سود و زیاں کے راز سمجھانے نہیں آئے

وہیں تک ظلمتِ بے کیف کی ہے کارفرمائی
جہاں تک آپ کی محفل میں پروانے نہیں آئے

نہ آیا رنگ پر بادہ نہ چھلکے ساغر و مینا
سرِ میخانہ جب تک تیرے متوالے نہیں آئے

انھیں سے قدر ہے کچھ تیرے میخانے کی اے ساقی!
کہ جن کے ہاتھ میں مدت سے پیمانے نہیں آئے

بس اتنا یاد ہے اک آہ کی تھی دیکھ کر اُن کو
پھر اس کے بعد میرے لب پہ افسانے نہیں آئے

رہی چشمِ عنایت ہر طرف ساقی کی محفل میں
مگر میری طرف لبریز پیمانے نہیں آئے

گدائے عشق ہیں، رکھتے ہیں دل میں شانِ استغنا
کسی کے سامنے ہم ہاتھ پھیلانے نہیں آئے

یہ مانا بے حقیقت ہے جہانِ رنگ و بو شارق
مگر ہم بھی فریبِ آرزو کھانے نہیں آئے

غزل

جناب سعادت نظیر

بتا! اے ہمتِ دل! گردشِ پیہم پہ کیا گزری
تری تابانیوں سے ظلمتِ عالم پہ کیا گزری

نشیمن کی نہ چھوڑی خاک بھی برقِ حوادث نے
یہ نظارہ جو دیکھا، کیا بتائیں؟ ہم پہ کیا گزری

نہ پایا فرق اسیری اور آزادی میں جب کوئی
کہوں کیا؟ اُس گھڑی اپنے دلِ پُرغم پہ کیا گزری

عزیزِ مصر کیا جانے؟ یہ پوچھو پیرِ کنعاں سے
کہ فرقت میں بسر کی دیدۂ پُرنم پہ کیا گزری

وفا کی راہ میں شاہی کو بھی ٹھکرا دیا اُس نے
اسیرِ حرص کیا سمجھے؟ بنِ اُدھم پہ کیا گزری

اسے محسوس کر سکتا بھلا کیا ذوقِ ابلیسی؟
کہ جنت سے نکلنے میں دلِ آدم پہ کیا گزری

سبک سارانِ ساحل! اے نظیرِ خستہ! کیا جانیں
کہ طوفانِ بلا میں ڈوبتوں کے دم پہ کیا گزری